Chapter 89 سورۃ الفجر The daybreak

آیات30

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے جو سنورنے والوں کی مرحلہ وار اور قدم بہ قدم مدد و رہنمائی کرتے ہوئے انہیں ان کے کمال تک لے جانے والا ہے (وہ یہ آگاہی دے رہا ہے کہ)!

وَالۡفَجۡرِ ۙ﴿۱﴾

1-رات کی تاریکی میں سے پھوٹتی ہوئی دن کی ابتدائی روشنی اس حقیقت پر گواہی دے رہی ہے کہ (یہ قرآن انسان کو تاریکی سے نکال دینے والا ہے، 14/1)۔

وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۙ﴿۲﴾

2-اور دس راتوں کی قسم (یعنی دس راتیں حقائق کی گواہ ہیں)۔

(**نوٹ**: یہ دس راتیں کون سی ہیں جنہیں قسم یعنی حقائق کی گواہی سے منسلک کردیا گیا ہوا ہے۔ مفسرین کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دس راتیں یا تو رمضان کے مہینے کی پہلی دس راتیں ہیں یا آخری دس راتیں ہیں۔ اور ان کی قسم یعنی ان کی گواہی اس لئے ہے کہ قرآن کے نازل ہونے کا آغاز رمضان میں ہوا اور غالباً انہی میں سے کسی دس راتوں میں ہُوا اور وہ راتیں قرآن کے حوالے سے انسانیت کے لئے نُور، روشنی اور اُجالے کا باعث ثابت ہوئیں، 14/1۔ دوسری رائے یہ ہے کہ یہ دس راتیں ایامِ حج کی پہلی دس راتیں ہیں اور اس حوالے سے ان کی قسم یعنی ان کی حقائق پر گواہی یوں ہے کہ حج کا اجتماع نوعِ انسان کے الجھے ہوئے معاملات کو سنوارنے کے لئے ایک عظیم تقریب کے طور پر استطاعت رکھنے والوں پر فرض کیا گیا یعنی اُن لوگوں پر فرض کیا گیا جو قرآن کے مطابق اپنے فرائض پورا کرتے ہیں اور اس کے بعد ان کے پاس جو آمدنی بچتی ہے اس میں حج کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام سے پہلے اس اجتماع میں اکھٹے ہونے والوں نے اس کی پہلی دس راتوں کو رنگ رلیاں منانے، عیش پرستیوں کے لئے اور طاق و جفت سے جواء کھیلنے کے لئے وقف کرلیا۔ حالانکہ یہ راتیں تربیت کے لئے اللہ کے احکام و قوانین پر غور و خوض کرنے کے لئے گزارنی چاہیے تھیں جو کہ حضرت ابراہیمؑ کی وساطت سے کعبے کے حوالے سے ان تک پہنچی ہوئی تھیں تاکہ وہ شرک سے باز رہتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہلِ ایمان کو یعنی اُمت اسلامیہ کو متفقہ طور پر دس راتیں طے کرلینی چاہئیں اور اب ان دس راتوں میں زیادہ سے زیادہ اپنے افراد کی تربیت کرنی چاہیے اور اللہ کے احکام و قوانین پر غور و خوض کرنا اور انہیں عملی شکل میں لانے کی تگ و دو کرنے کا اعادہ کرنا چاہیے)۔

وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ۙ﴿۳﴾

3-اور (دن ورات کا) جوڑا اور (قیامت کا دن جو) اکیلا ہے، اس حقیقت پر گواہی دے رہے ہیں کہ (انسان کو میسر آیا ہوا وقت ایک مہلت ہے جس کا اسے حساب دینا پڑے گا)۔

وَالَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾

4-چنانچہ (انسانیت پر طاری) رات جب رخصت ہو رہی ہے تو اس حقیقت کی گواہی دے رہی ہے (کہ یہ ہے وہ قرآن جو انسانوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، 14/1)۔

هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴿۵﴾

5-(لہٰذا) ان حقائق کی گواہی میں بلاشبہ ایسے لوگوں کے لئے (سبق آموز آگاہی ہے) جو عقل وفکر سے کام لینے والے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿۶﴾

6-(مگر تم لوگ جو عقل وفکر سے کام نہیں لیتے ہو اور غلط راہ پر چل کر ظلم وسرکشی اختیار کیے ہو تو) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے نشو ونما دینے والے نے قومِ عاد کے ساتھ کیا کیا تھا؟

إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿۷﴾

7-(قومِ عاد یعنی) ارم والے جو تھے یہ بڑے اونچے اونچے ستونوں (والی عمارات بناتے اور اپنی یادگاریں تعمیر کیا کرتے تھے، 26/128-139)۔

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿۸﴾

8-(انہیں اس قدر شان وشوکت اور فراوانیاں حاصل تھیں 26/132-134) کہ ان جیسا دوسرے شہروں میں کوئی اور تخلیق نہیں کیا گیا تھا۔

وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿۹﴾

9-اور (یاد کرو) قومِ ثمود (کو کس طرح ہلاک کر دیا گیا) جنہوں نے وادی میں سخت چٹانوں کے پتھروں کو تراش کر (مضبوط گھر بنالیے ہوئے تھے، 7/74، 15/82)۔

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿۱۰﴾

10-اور (یاد کرو کہ) میخوں والے فرعون (کو کس طرح اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا گیا تھا)۔

الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۱﴾

11-یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شہروں میں انسانیت کی قدروں کی حدیں توڑ کر ظلم ونا انصافی برپا کر رکھی تھی (طغوا)۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾

12-اور پھر (انہوں نے ملک) میں امن واطمینان تباہ کر کے زندگی کے حسن وتوازن کو بہت زیادہ بگاڑ دیا ہوا تھا (فساد)۔

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿۱۳﴾

13-پھر (اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ) تمہارا نشو ونما دینے والا ان پر طرح طرح کے عذاب لایا (اور وہ سب تباہ و برباد ہو گئے)۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾

14-حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب (نافرمانوں اور سرکشوں) کی تاک میں ہے۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

15-لہٰذا، انسان کو جب اس کا رب عزت اور نعمتیں دے کر آزماتا ہے تو وہ کہتا ہے! کہ میرے رب نے مجھ پر کرم کیا ہے (مگر وہ ساتھ یہ بھی غور کرے کہ کیا وہ کرم کرنے والے رب کے احکام وقوانین پر چل کر اس کی آزمائش پر پورا اتر رہا ہے)۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾

16-اور جب اللہ اسے آزمانے کے لئے اس کے رزق میں تنگی پیدا کر دیتا ہے تو وہ کہہ دیتا ہے! کہ میرے رب نے مجھے ذلیل وخوار کر دیا۔ (حالانکہ اللہ پر الزام دھرنے کی بجائے اسے رزق کی اس تنگی کی حالت میں بھی یہ غور کرنا چاہیے تھا کہ کیا وہ رب کے احکام وقوانین پر چل کر اس کی آزمائش میں پورا اتر رہا ہے۔ بلکہ اس سے تو وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس نے دنیا میں اللہ سے تعلق صرف نعمتوں اور آسائشوں کی خاطر رکھا ہوا ہے اور وہ یہ سوچتا ہی نہیں کہ اس کی ذلت وخواری کن کن غلط باتوں کا نتیجہ ہے)۔

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾

17-اس لیے ہرگز ایسا نہیں ہے (کہ انسان کو یوں ہی ذلیل وخوار کر دیا جائے)۔ اصل بات یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت و توقیر نہیں کرتے ہو یعنی وہ لوگ جو بے سہارا رہ جاتے ہیں تم ان کی عزت نہیں کرتے ہو۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾

18-اور جن لوگوں کی زندگی کی نشوونما کا سامان حاصل کرنے کے ذرائع ساکن ہو گئے ہوتے ہیں تو ان کے لئے سامانِ رزق فراہم کرنے کے لئے تم دوسروں کو ترغیب نہیں دیتے ہو۔

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾

19-اور تم وراثت کا سارا مال خود ہی سمیٹ کر کھا جاتے ہو (اور اس میں جن کے حقوق ہیں تم وہ حقوق ادا نہیں کرتے ہو)۔

وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

20-اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت کرتے ہو۔ (نتیجہ یہ ہے کہ مال و دولت اکھٹے کرنے والوں کا گروہ خوشحالیاں سمیٹتا رہتا ہے اور دوسرے محروم ہوتے جاتے ہیں)۔

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾

21-(یہ ہیں تمہارے وہ طریقے جن کے نتیجے میں تمہیں ذلت وخواری اٹھانا پڑے گی)۔ لہٰذا، یہ بات حتمی ہے کہ جب زمین کے نشیب وفراز مٹا کر ہمواری پیدا کر دی جائے گی،

وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾

22-تو تمہارے رب یعنی تمہارے نشوونما دینے والے کی جلوہ نمائی ہوگی اور ملائیکہ قطار در قطار ہوں گے۔

وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿۲۳﴾

23-اور اس دن جہنم سامنے لے آئی جائے گی۔ اور اس دن انسان کو سبق آموز آگاہی ملے گی لیکن یہ آگاہی اسے کہاں کام آئے گی۔

يَقُولُ يَا لَيْتَنِي قَدَّمْتُ لِحَيَاتِي ﴿۲۴﴾

24-اس وقت انسان کہہ اٹھے گا! کہ کتنا اچھا ہوتا کہ میں نے (اس آخرت کی) اپنی زندگی کے لئے (کوئی اچھے اعمال) پہلے سے آگے بھیج دیے ہوتے (اور آج عذاب سے بچ جاتا)۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ﴿۲۵﴾

25-پھر اس دن اللہ وہ یکتا عذاب دے گا کہ کسی نے ویسا عذاب نہ دیا ہوگا۔

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿۲۶﴾

26-اوراس کی طرف سے ایک ایسی گرفت ہوگی جیسی کوئی گرفت نہیں ہوسکتی۔

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾

27-(لیکن اس کے برعکس، وہ انسان جو نازل کردہ احکام وقوانین کے مطابق زندگی گزارتا ہوگا، اسے کہہ دیا جائے گا کہ) اے نفسِ مُطمعنہ (یعنی اے وہ انسان جو ہر طرح کے خوف و بے اطمینانی سے پاک ہوکرامن واطمینان کی مسرتوں میں داخل ہو چکا)

ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ﴿۲۸﴾

28-لوٹ چل اپنے نشوونما دینے والے کی طرف اُس نے تمہاری ہر التجاء کو مان لیا کیونکہ تم نے اُس کے ہر حکم کو اختیار کر لیا(راضية مرضية)۔

فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۙ ﴿۲۹﴾

29-لہٰذا (اے اطمینان بھرے انسان)! تُو شامل ہو جا ان میں جو صرف میری ہی غلامی کرتے تھے اور میرے ہی احکامات کے مطابق زندگی گزارتے تھے(عبٰدی)۔

وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ﴿۳۰﴾ ع 1 30 14

30-اورداخل ہوجا میری جنت میں (جہاں ہمیشہ رہنے والی مسرتیں ہیں اور ہمیشہ رہنے والی فراوانیاں ہیں)۔